# برصغیر میں سیرت نگاری کا روادارانہ اسلوب ۱۸۵۷ تا ۱۹۴۷ء

## (ہندوؤں اور سکھوں کی کتب سیرت کی روشنی میں)

*حافظ محمد نعیم

**_Abstract_**

*1857-1947 (In the light of Prophet's biographies written by the Hindus & Sikhs) Subcontinent is known as a hub of different religions where a clash of different beliefs and cultures has been prevailed throughout the history. When the British came into power and adopted the policy of "divide and rule" that added fuel to the fire. As far as the political, religious and social atmosphere of Subcontinent is concerned period from 1857 to 1947 has a great importance. Clash among Hindus, Muslims and Sikhs reached at peak. Religion was exploited for political purposes by some politicians. Religion and Religious personalities were disgraced by the followers of said religions. In this situation some people belonging to these religions came forwarded and tried to promote tolerance and unity among different sects. In this regard some Hindus and Sikhs wrote books on the Sirah of the Holy Prophet (peace be upon him) moderately. Some Muslims scholars also wrote about Siri Ram Chandar Jee, Krishna Jee and Baba Guru Nanik. Allama Iqbal, Maulana Zafar Ali Khan and Hasrat Mohani also composed poetry to pay homage to Shiri Ram and Shiri Karishna. The major concern of Hindu and Sikh biographers of the Prophet (PBUH) was to create environment of tolerance, unity and harmony. This article elaborates critically the magnanimous style of these writes.*

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جی ۔سی یونیورسٹی، لاہور

## تعارف:

برصغیر کی مخلوط معاشرت سیاسی، سماجی اور مذہبی طور پر بہت سے مسائل کا شکار تھی یہ ایک ایسا جغرافیائی خطہ تھا جو کہ مختلف مذاہب کی آماجگاہ کے طور پر جانا جاتا تھا اور اس خطہ ارضی میں بسنے والی اقوام (جیسے مسلم، عیسائی، ہندو، سکھ) نہ صرف تہذیبی، لسانی، معاشرتی، تاریخی اور مذہبی طور پر ایک دوسرے سے مختلف بلکہ متضاد تھیں اس ماحول میں جہاں ایک طرف گائے کو ذبح کر کے خدا کی خوشنودی طلب کی جاتی تھی تو دوسری طرف گائے کو مقدس مان کر اس سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا جاتا تھا۔ برصغیر میں بسنے والی مختلف اقوام کے معاشرتی روابط پر غور کرنے سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ جو بنیادی چیز ان معاشرتی تعلقات پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتی نظر آتی ہے وہ مذہب ہے ان کے درمیان جو تہذیبی کشمکش پائی جاتی تھی اس کی بنیاد عقیدہ و فکر کا اختلاف تھا اس لیے برصغیر میں بین المذاہب مکالمہ (Inter faith dialogue) ہمیشہ جاری رہا اس وجہ سے بعض محققین حضرات نے انیسویں صدی کو برصغیر کے حوالے سے مناظرے کی صدی قرار دیا ہے۔(۱) اگرچہ مناظراتی ادب جو انیسویں صدی میں ولی اللہ اور وہابی تحریکوں میں اپنے عروج کو پہنچا اس سے بہت پہلے معرض وجود میں آچکا تھا۔(۲)

برصغیر میں مسلمانوں کی آمد کے بعد تاریخ کے مختلف ادوار اس بات کے گواہ ہیں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں مذہبی و سیاسی کشمکش ہمیشہ سے جاری رہی جو تاریخ کے مختلف ادوار میں کم یا زیادہ تو ہوتی رہی لیکن بہر حال ہر دور میں موجود رہی بعد کے ادوار میں سکھ بھی اس کشمکش میں شامل ہو گئے۔ پھر انگریز سرکار ہندوستان میں تجارتی غرض سے آئی لیکن بعد میں یہ تجارتی غرض ایک سیاسی قوت کی حیثیت اختیار کر گئی اور یہ سیاسی قوت تلوار کے ذریعہ سے حاصل نہیں کی گئی بلکہ خود ہندوستانیوں کی تلوار سے اور رشوت و سازش، نفاق اور حد درجہ کی دورخی پالیسی پر عمل کر کے ایک جماعت کو دوسری جماعت سے لڑا کر حاصل کی گئی۔(۳) نیز برصغیر میں بسنے والی مختلف قوام کے درمیان اختلافات کو مزید ہوا دی گئی رہی سہی کسر سیاستدانوں نے اپنے ذاتی مفادات کو تحفظ دینے کی صورت میں پوری کر دی اور پھر مذہبی رہنماؤں کے منفی رویے، عدم رواداری، عدم برداشت، فرقہ واریت، تعصب اور تنگ نظری نے حالات کے بگڑنے کی راہ پوری طرح سے ہموار کر دی ایک دوسرے کے خلاف زہر اگلتی تحریروں اور تقریروں سے کام لیا گیا۔ مناظرانہ نوع کی کتب کے ذریعہ سے ایک دوسرے کی مذہبی شخصیات اور مذہبی شعائر پر تند و تیز حملے کیے گئے یہ وہ نقطہ تھا جہاں سنگھٹن اور شدھی کی تحریک چلی اور اس کے داعی اور مبلغ پورے ملک میں پھیل گئے۔ مقابل تبلیغ اسلام کا محاذ قائم ہوا مذہبی مناظروں، تقریروں اور جلسوں کا غیر مختتم سلسلہ شروع ہوا اور اس کے نتیجہ میں برصغیر میں

فسادات کی ایک آندھی چلی اور پورا ملک اس کی لپیٹ میں آ گیا۔(۴) اور بعض مذہبی رہنماؤں نے ایک دوسرے فرقہ، خاندان، اور خیال کے لوگوں کے خلاف نفرت وتعصب پھیلانے، لوگوں کو اشتعال دلا کر آپس میں لڑانے اور ایک دوسرے کے بزرگوں کی توہین کرانے کا نام مذہبی خدمت سمجھ لیا۔(۵)

## رواداری کے قیام کے لئے اقدامات:

برصغیر کے ان معروضی حالات کے پیش نظر چند اہل بصیرت افراد آگے بڑھے اورانہوں نے برصغیر میں بسنے والی مختلف اقوام کے درمیان ہم آہنگی، تعاون اور رواداری بڑھانے کی کوشش کی (۷) اور ایک دوسرے کی مذہبی شخصیات اور ایک دوسرے کے مذہب کے بارے میں مثبت انداز میں لکھ کر ایک دوسرے کو قریب لانے کی کوشش کی اور ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت واہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے بھرپور طریقے سے رواداری کو اپنانے کی تلقین کی رواداری اور یگانگت کے اسی جذبے کے فروغ کے لیے بعض ادبی وسیاسی اور مذہبی وثقافتی اجتماعات میں ایک دوسرے کے مشاہیر کو خراج عقیدت پیش کرنے کا رواج ہوا۔(۸) اور عوام الناس کو بھی رواداری کے اس نمونہ کو اپنانے اور باہم متحد ہو کر رہنے کی تلقین کی جاتی تا کہ اختلاف ومخالفت کے زہر سے بچتے ہوئے غیروں (انگریز) کی غلامی سے نجات حاصل کی جائے۔اس مقصد کے پیش نظر ہندوستان میں تحریک عیدمیلادالنبی/تحریک یوم النبی ﷺ کا باقاعدہ اہتمام کیا جاتا جس کے تحت ہندو، سکھ، جینی اور عیسائی حضرات عیدمیلادالنبی کی محافل میں آ کر آنحضرت ﷺ کی مقدس ذات کے حوالے سے گفتگو کرتے اور برصغیر کی مکدر ومسموم فضا کو محبت واخوت کی فضا میں بدلنے کی کوشش کرتے۔(۹) چونکہ باہمی رواداری کا فروغ برصغیر کے معروضی حالات کے پیش نظر ایک بڑی اہم ضرورت تھی اسی ضرورت کے تحت لیڈران قوم اور محبِّ وطن اصحاب نے اس جانب توجہ کی اور وہ طریق واسلوب اختیار کیے جس سے باہمی رواداری کو فروغ حاصل ہو۔اس سلسلے میں جہاں ایک طرف آفتاب علم سر پی سی رائے اور لیلائے علم وبلبل سخن مسز سروجنی نائیڈو (۱۰) جیسی ہستیوں نے اسلام اور آنحضرت ﷺ کی خوبیوں کا اعتراف کیا تو دوسری طرف مولانا ابوالکلام آزاد (۱۱) نے گیتا کے مطالعہ کو جیل میں اپنی راحت وتسکین قرار دیا (۱۲) اس کے علاوہ خواجہ کمال الدین مشہور مشنری مبلغ اسلام نے ''کرشن اوتار'' اور خواجہ حسن نظامی (۱۳) نے ''کرشن بیتی'' جیسی کتابیں لکھ کر اس رواداری کی باہمی کوشش کو مزید تقویت بخشی۔ ہندوستان کے تمام مذاہب کا باہمی ملاپ، ایکتا اور قومی اتحاد خواجہ حسن نظامی کا خاص میدان تھا جس کے وہ آخر دم تک مرد میدان رہے۔ان کے جواہر نگار قلم نے جتنے قلمی چہرے تراشے ہیں ان میں ہندوستانی مذہبی پیشوا سری رام چندر، کرشن جی اور گرونانک جی وغیرہ کے چہرے

اس قدر حسین ودلکش ہیں کہ ان سے ان کی بھرپور محبت اور عقیدت کا اندازہ ہوتا ہے (۱۴)۔ان کی مشہور کتاب کرشن بیتی، جو کہ بعد میں کرشن جیون کے نام سے شائع ہوئی، شری کرشن کے حالات میں بہت مقبول و نامور تصنیف ہے ۱۴۴ صفحات کی ضخامت لیے اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۱۷ء میں چھپا۔خواجہ صاحب کا اپنا بیان ہے کہ " جتنی تلاش و عرق ریزی کرشن بیتی لکھنے میں کی کسی کتاب میں اتنی محنت نہیں کی اور بعض قومی و ملکی خیال کے لوگ اس کو سب سے بڑھ کر درجہ میری تصنیفات میں دیتے ہیں آج کل میسور ریاست نے اس کتاب کو کورس میں شامل کیا ہے "(۱۵) اسی کتاب کو خواجہ صاحب نے مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ مہاتما گاندھی کی خدمت میں پیش کیا "یہ کتاب بھارت کے سیوک اور اپنے دلی دوست من موھنی پرجادھنی مہاتما گاندھی کے اسم مبارک کے ساتھ ملکی اتحاد کی یادگار کے طور پر نہایت خلوص و پریم سے منسوب و معنون کرتا ہوں (حسن نظامی، حجرہ رین بسیرا، ۸ نومبر ۱۹۱۹ء) (۱۶)۔علاوہ ازیں خواجہ صاحب نے رام اپدیش کے عنوان سے اپنے مجموعۂ مقالات " سی پارۂ دل " میں وہ تقریر پیش کی جو رام چندر نے سولہ سال کی عمر میں ایک جلسے میں کی تھی اور اس کا مقصد یہ قرار دیا کہ ہمارے مشائخ و فقراء کو ہندوؤں کے مقتداؤں کی روش اور ان کی روش سے آگاہی ہو (۱۷)۔

شری رام اور شری کرشن کے متعلق جو نظمیں علامہ اقبال، مولانا ظفر علی خان، مولانا حسرت موہانی، نفیس خلیلی اور دوسرے مسلمان شعراء نے کہی ہیں ان کی بھی رواداری کے حوالے سے اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا علامہ اقبال نے اسرار خودی کے دیباچہ میں کرشن کی تعلیم کو اسلامی قرار دیا ہے (۱۸) باہمی رواداری اور اتحاد و یگانگت کے فروغ میں ہندو شعراء نے بھی بہت اہم کردار ادا کیا ہندو شعراء نے جہاں بہت سے دیگر مثبت عوامل کے تحت آنحضرت ﷺ کی نعت کہی وہاں ان کا ایک مقصد ہندوستان میں رواداری کا فروغ بھی تھا ڈاکٹر ریاض مجید اس حوالے سے لکھتے ہیں۔

ہندو شاعروں کی نعت گوئی کا حقیقی دور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد ہوا۔عصر جدید میں ہمیں متعدد ایسے غیر مسلم شاعر ملتے ہیں جنہوں نے مقدار اور معیار ہر اعتبار سے اس روایت کو آگے بڑھایا اس کے بہت سے سیاسی و معاشرتی عوامل ہیں۔ایک بڑی وجہ وہ رواداری کی فضا ہے۔جو جنگ آزادی کے بعد ہندو مسلم قوموں میں پہلے کی نسبت کچھ نمایاں ہوگئی تھی۔انگریز کے خلاف جنگ آزادی میں اگرچہ مسلمانوں نے بڑا کردار ادا کیا ہے۔مگر بعض جگہ ہندو بھی مسلمانوں کے شانہ بشانہ لڑے۔اس کے بعد جدوجہد حصول آزادی کی جنگ (جو قریب قریب ایک صدی پر پھیلی ہوئی ہے) میں مقصد و منزل کی ہم آہنگی بھی دونوں میں قدر مشترک کی حیثیت رکھتی ہے۔مخلوط

معاشرت میں اگر چہ ہندو مسلم تعلقات میں ایک کشیدگی ہمیشہ رہی اور دونوں قوموں کے تہذیب وتمدن میں واضح اختلاف رہا۔اس کے باوجود اہل فکر وقلم کے حلقوں میں ایک رواداری کی فضا ملتی ہے۔(۱۹)

## ہندو رسکھ حضرات کی سیرت نگاری:

برصغیر کے خاص حالات کے پیش نظر رواداری کے فروغ میں جہاں دیگر بہت سے طبقات آگے بڑھے وہاں ہندو رسکھ حضرات کا ایک ایسا طبقہ وجود میں آیا جس نے باقاعدہ طور پر آنحضرت ﷺ کی زندگی کو موضوع بحث بنایا اور ہندوستان کے حالات کے تناظر میں خاص طور پر آپ ﷺ کی مقدس حیات کو اپنے ہم مذہبوں کے سامنے رکھا اور بطور خاص دیگر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ آپ ﷺ کے روادارانہ سلوک کو بیان کیا اور ہندوستان میں بسنے والی مختلف اقوام سے التجا کی کہ وہ بھی اس اسوہ حسنہ کو اپنائیں اور خاص طور پر مسلمانوں سے یہ درخواست کی کہ وہ اپنے پیغمبر ﷺ کی مقدس حیات کو اپنے سامنے رکھیں اور غیر اقوام کے ساتھ رواداری کا رویہ اپنائیں۔حضور ﷺ سے متعلق ہندوؤں اور سکھوں کی طرف سے لکھا گیا مثبت سیرت لٹریچر مستقل کتب سیرت، بانیان مذاہب سے متعلق کتب میں آنحضرت ﷺ کا تذکرہ، منظوم کتب سیرت، تاریخی طرز پر لکھی گئی کتب میں آپ ﷺ کے حالات زندگی اور مختلف مطبوعہ تقاریر، مضامین اور مقالات کی صورت میں ملتا ہے۔

مستقل کتب سیرت میں حضرت محمد صاحب بانی اسلام از شردھے پرکاش دیو (مطبوعہ۱۹۱۳)، رسول عربی از جی ایس دارا، (۱۹۴۱) حیات محمد از دایا جنڈ ھوک گور اند، (۱۹۳۲) عرب کا چاند از لکشمن پرشاد، (۱۹۳۲) حضرت محمد ﷺ اور اسلام از پنڈت سندر لال (۱۹۴۲)، اور محمد صاحب از سیوا سنگھ (۱۹۲۷) زیادہ اہم ہیں۔ بانیان مذاہب سے متعلق کتب میں دنیا کے نو مذہبی ریفارمر از شام لال ستیارتھی، (۱۹۱۷) پیام محبت از رام سروپ کوشل، (۱۹۲۸) ہمارے مربی از پروفیسر پریتم سنگھ، (۱۹۴۱) چار مینار از گوبند رام سیٹھی، (۱۹۴۳) The Prophets of the East اور Our Indian Haritage از دیوان چند شرما (۱۹۳۵،۱۹۴۲) قابل ذکر ہیں۔مطبوعہ مضامین ومقالات میں رائے بہادر کی نعت از رائے بہادر لالہ پارس داس (۱۹۲۸)، حضرت محمد ﷺ اور اسلام از بابو گنج لال دلوالی (۱۹۲۹)، دنیا کا ہادیٔ اعظم غیروں کی نظر میں (بک ڈپو تالیف واشاعت قادیان پنجاب) (۱۹۲۸)، برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول (کتاب گھر قادیان پنجاب) (۱۹۲۴) اور اسلام غیر مسلموں کی نظر میں از ایم عبدالعزیز اینڈ سنز (۱۹۲۷) وغیرہ اہمیت کی حامل ہیں۔منظوم کتب سیرت میں مدنی موہن عرف پیغمبر اسلام از امرناتھ سیڈھا شوق (۱۹۴۰) وغیرہ کے نام لئے جاسکتے ہیں برصغیر کی تاریخ، تہذیب و

ثقافت، مسلمانوں کی آمد اور ہندوستان میں مسلمانوں کے دور حکومت کے حوالے سے لکھی گئی کتب میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی ذات پر کسی نہ کسی حوالے سے بات کی گئی ہے۔ڈاکٹر تارا چند کی " انفلوئنس آف اسلام آن انڈین کلچر"، ایشوری پرشاد کی آشارٹ ہسٹری آف مسلم رول ان انڈیا اور ودیا در مہاجن کی دی مسلم رول ان انڈیا وغیرہ اسی نوع کی کتب ہیں۔

ان کتابوں کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان میں آپ ﷺ کی سیرت کے تمام پہلوؤں سے بحث کی گئی ہے۔آنحضرت ﷺ کی پیدائش، نبوت سے پہلے چالیس سالہ زندگی، تیرہ سالہ مکی اور دس سالہ مدنی زندگی اپنے اندر بہت سی معاشرتی، سیاسی، اخلاقی اور مذہبی تفصیلات سمیٹے ہوئے ہے ان کا احاطہ کرنا کوئی آسان کام نہیں لیکن ہندو اور سکھ سیرت نگاروں کی مندرجہ بالا کتب میں سے بعض کتب اس پہلو سے خاص اہمیت کی حامل ہیں۔

جہاں تک ہندوؤں اور سکھوں کی مندرجہ بالا کتب سیرت کا تعلق ہے تو ان کتب سیرت کے لکھے جانے کے پیچھے بہت سے عوامل اور محرکات کارفرما ہیں جن میں (۱) حضور ﷺ کی حیات طیبہ کی کشش (۲) صداقت کا اظہار (۳) ہندوؤں کی مذہبی کتب میں آپ ﷺ سے متعلق بشارتیں (۴) حضور ﷺ کی ذات سے منسوب من گھڑت کہانیوں کی تردید (۵) قلبی لحاظ سے مسلمان ہوتے ہوئے اسلام کے اخفاء کے علاوہ وحدت ادیان کا تصور، ہندو مسلم اتحاد کی خواہش اور مذہب کے نام پر سیاستدانوں کے استحصال سے بچنے کی تلقین اور رواداری کا فروغ ایسے محرکات ہیں جو دیگر محرکات پر بہرحال غالب نظر آتے ہیں۔ہندو سکھ سیرت نگار حضرات نے ان کتب سیرت کے ذریعہ سے ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں سے التجا کی کہ پیغمبر ﷺ کا اسوۂ حسنہ اپنائیں اور خاص طور پر جس رواداری کا مظاہرہ حضرت محمد ﷺ اور دیگر مذہبی شخصیات نے کیا ہے اس کو اپنا شعار بنائیں اور برصغیر کے گھٹن زدہ ماحول کی شدت کم کریں۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کی باہمی معاشرت کی تاریخ تو بہت پرانی ہے لیکن ہندوؤں اور سکھوں کی طرف سے آپ ﷺ کے متعلق زیادہ تر کتابیں انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے نصف اول میں لکھی گئیں۔ برصغیر کی تقسیم کے بعد دور حاضر تک اگرچہ بہت کم لکھا گیا لیکن یہ سلسلہ کسی نہ کسی حوالے سے آج تک قائم ہے۔اس سے پیشتر ہندوؤں اور سکھوں کی طرف سے آپ ﷺ کی مدح سرائی میں اشعار تو ملتے ہیں جیسے اورنگ زیب عالمگیر (۲۰) کے عہد کے ایک معروف ہندو بزرگ سوامی پران ناتھ کی تعلیمات اور تحریروں پر مبنی کتاب کچھ عرصہ قبل ''قلزم سروپ'' کے نام سے چھپی ہے۔اس میں کئی شعر سرور کائنات ﷺ کی مدحت میں ہیں۔کتاب کا بڑا حصہ

ہندی میں ہے لیکن کہیں کہیں عربی اور فارسی کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ (۲۱) اسی طرح بابا گرونانک (۱۴۶۹ء۔۱۵۳۹ء) کا آپ کے متعلق ایک شعر ملتا ہے۔

ص صلاحت محمد لکھ تھیں آکھونت

خاصہ بندہ سجیا سر متراں ہومت (۲۲)

ان اشعار کو نعت کے شعبے میں تو شامل کیا جا سکتا ہے سیرت کے شعبے میں جگہ نہیں دی جا سکتی۔ پھر بعد کے ادوار میں اکا دکا کتابیں مختلف زبانوں میں ملتی ہیں۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے فارسی زبان میں بھگوان داس کے ایک رسالہ النبوۃ کا تذکرہ کیا ہے جو کہ ۱۲۰۰ سے ۱۲۲۱ھ کے درمیان لکھا گیا۔ (۲۳) بنگلہ زبان میں اتول کرشن متروکی کتاب ۱۸۸۵ء اور گریش چندر سین کی کتابیں ۱۸۸۶ میں لکھی گئیں لیکن ہندی غیر مسلموں کے طرف سے آنحضرت ﷺ کی حمایت میں خود کتب سیرت لکھنے یا دوسری زبانوں سے اردو ترجمہ کرنے کی باقاعدہ ابتدا انیسویں صدی کے آخر میں ہوئی جس کی ایک مثال لالہ رلیا رام گولاٹی کی ''سوانح عمری محمدؐ'' (۱۸۹۲) ہے لیکن بیسویں صدی میں ان کی تعداد میں معتد بہ اضافہ ہوا۔ (۲۴) یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اسی دور میں ہی کیوں سب سے زیادہ کتابیں لکھی گئیں تو اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ برصغیر میں آریہ سماجیوں کی شرانگیز تحریروں اور مذموم سرگرمیوں نے ہنگاموں اور قتل و غارت کی وہ بہار دکھائی کہ جس سے ہندو مسلم اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔ اس صورت حال نے بعض انصاف پسند اور غیر متعصب ہندوؤں اور سکھوں کو صداقت کے اظہار پر مجبور کر دیا انہوں نے رواداری اور ہمدردی کے جذبے کے تحت یا بر بنائے مصلحت آپ ﷺ کی سیرت پر غیر متعصّبانہ اور بے غرضانہ کتابیں لکھیں۔ پچھلے صفحات میں کتب سیرت کے ناموں کے سامنے ان کی تاریخ اشاعت اس بات کی گواہ ہے۔

## بانیان مذاہب سے متعلق کتب اور حضور ﷺ کی سیرت:

برصغیر کے ہندو اور سکھ حضرات کے پیش نظر چونکہ اتحاد و یگانگت، یکجہتی و تعاون اور رواداری کا فروغ تھا اسی غرض سے انہوں نے برصغیر میں بسنے والی تقریباً تمام اقوام کے مذہبی رہنماؤں کی زندگی اور تعلیمات کو موضوع بحث بنایا اور ان حضرات کی مشترکہ تعلیمات پیش کر کے ہندوستان میں صلح کل اور وحدت ادیان کا تصور پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اسی مقصد کے پیش نظر انہوں نے آنحضرت ﷺ کی سیرت بھی بیان کی ان کتب کے ناموں سے ہی رواداری کے فروغ کی خواہش کا پتہ چلتا ہے مثلاً ''دنیا کے نو مذہبی ریفارمر'' از شام لال جی ستیارتھی اسی طرح کی ایک کاوش ہے اس کتاب میں کنفیوشس (۲۵) حکیم فیثا غورث (۲۶) مہاتما ژرتشٹر، (۲۷) حضرت موسیٰ، بھگوان بدھ، سوامی شنکر اچاریہ، (۲۸)

حضرت مسیح، مہرشی دیانند اور حضرت محمد ﷺ کے حالات زندگی بیان کیے گئے ہیں (۲۹) پیام محبت از پروفیسر رام سروپ کوشل میں شری کرشن بھگوان، (۳۰) سوامی دیانند، بابا نانک، حضرت مسیح، بھگوان مہاویر سوامی (۳۱) بھگوان بدھ، راجہ رام موہن رائے (۳۲) حضرت زرتشت اور حضرت محمد ﷺ کی زندگی اور تعلیمات سے بحث کی گئی۔ (۳۳) ہمارے مربی از پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے کی کتاب ہے جس میں انہوں نے سری کرشن، حضرت زرتشت، مہاتما بدھ، کنفیوشس، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، بہاء اللہ (۳۴) اور حضرت محمد ﷺ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ (۳۵)

چار مینار ۲۲۱ صفحات پر مشتمل گوبندرام سیٹھی کی تصنیف ہے اور یہ کتاب ہندوؤں کے بھگوان رام، عیسائیوں کے حضرت مسیح، سکھوں کے بابا نانک اور مسلمانوں کے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے تذکروں پر مشتمل ہے۔ (۳۶)

اس طرح دیوان چند شرما نے The Prophets of the East کے نام سے کتاب لکھی اور اس میں گوتم بدھ، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد ﷺ کے حالات زندگی کو قلم بند کیا (۳۷) علاوہ ازیں دیوان چند شرما نے Our Indian Heritage کے نام سے ایک کتاب لکھی اس کتاب کو بلیکی اینڈ سنز لمیٹڈ بمبئی نے ۱۹۴۲ء میں شائع کیا اس کتاب میں مصنف نے ہندوستان کے عظیم بادشاہوں، مشہور لوگوں، مقدس یادگاروں کا ذکر کیا ہے مسلمان حکمرانوں کے ذکر اور دیگر مباحث کے علاوہ ایک باب The Prophet Muhammad کے نام سے حضور ﷺ کے لیے مختص کیا گیا ہے جس میں آپ ﷺ کو خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ رائے صاحب شری لالہ رگھوناتھ سہائے نے بھی اسی طرز کی ایک کتاب ''روشن ستارے'' کے نام سے لکھی جس میں دس نامور مذہبی بزرگوں کے حالات درج تھے اس کا ایک باب پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات کے حوالے سے تھا۔ اسی طرح اگر رائے بہادر لالہ پارس داس کی کتاب "رائے بہادر کی نعت" کو دیکھا جائے تو یہ اصل میں ان کی ایک تقریر تھی جو انہوں نے جماعت احمدیہ کی طرف سے منعقدہ عید میلاد النبی ﷺ کے جلسہ بتاریخ ۱۷ جون ۱۹۲۸ء کے موقعہ پر کی تھی جس کو بعد میں حسن نظامی دہلوی نے پانچ ہزار کی تعداد میں ''رائے بہادر کی نعت'' کے نام سے چھپوایا اپنے عنوان کے برعکس یہ نظم میں نہیں بلکہ نثری نعت ہے (۳۸) "حضرت محمد اور اسلام" از بابو کنج لال دلوالی کا بھی معاملہ یہی ہے یہ کتاب بھی بنیادی طور پر ان کی ایک تقریر تھی جو انہوں نے محمڈن ایجوکیشنل سوسائٹی کی طرف سے آنحضرت ﷺ کے روز ولادت کی مقدس تقریب پر بمقام کولہاپور بروز سعید ۱۲ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ (۱۸/اگست ۱۹۲۹) کو بحیثیت صدر جلسہ کے کی تھی بعد ازاں اس تقریر کو انہوں نے ترامیم واضافہ کے ساتھ کتابی شکل میں افادہ عام کے لیے شائع کروایا درحقیقت یہ تقریر مذہبی رواداری کے فروغ کے ضمن میں تھی کتاب سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

''آپؐ نے غیر مذہب والوں کو خود اپنی مسجد میں قیام کرنے کے لیے فرمایا اور خاص مسجد نبویؐ میں ان کو اجازت دی کہ وہ لوگ اپنی مذہبی رسمیں بے تکلف اپنے طریقہ پر ادا کریں۔ ذرا ذراسی بات پر کفر کا فتویٰ دینے والے مولانا صاحبان۔ خود حضور ﷺ نے عین مسجد نبویؐ میں کافروں کو کافرانہ طریقہ پر عبادت کرنے کی اجازت دی تھی۔ اسلام کتنا وسیع الاخلاق اور کیسا عالم پسند طریقہ تھا۔ اور آج کیا بن گیا ہے بہت سے واقعات ایسے ہوئے ہیں کہ غیر مذہب والے صرف آپ کا وسیع اخلاق دیکھ کر برگزیدہ ہوئے اور اسلام لائے''۔ (۳۹)

☆ دنیا کا ہادی اعظم غیروں کی نظر میں (بک ڈپو تالیف واشاعت قادیان پنجاب)

☆ برگزیدہ رسول رسول غیروں میں مقبول (کتاب گھر قادیان پنجاب)

☆ مقام محمود المعروف بہ اسلام غیر مسلموں کی نظر میں از محمد اسماعیل خان نظامی (مرتب)

☆ آئینہ اسلام المسمی بہ صداقت اسلام بزبان غیر اسلام از ایم عبدالعزیز اینڈ سنز وغیرہ ہندوؤں سکھوں کے ایسے مطبوعہ مضامین و مقالات جن میں سے بیشتر مسلمانوں کی طرف سے منعقدہ عید میلاد النبی ﷺ کے موقعہ پر پڑھے گئے۔ (۴۰) امرناتھ سیڈھا شوق نے ۱۹۴۰ء کے لگ بھگ پیغمبر اسلام کے نام سے آپ ﷺ کی منظوم کتاب سیرت لکھی تو " گذارش " کے عنوان سے لکھا کہ " میری دلی آرزو یہی ہے کہ ہندو اور مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہوکر رہیں " (۴۱) ☆ پیام محبت کے مصنف نے کتاب کے شروع میں ۳۲ صفحات کا مقدمہ لکھا اور اس میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا کہ اس کتاب کی تصنیف سے ان کا مقصد ہندو مسلم اتحاد ہے (۴۲) ''حیات محمدؐ'' کا لکھنے والا " عرض مؤلف " کے تحت لکھتا ہے کہ " حضرت محمد صاحب کی زندگی کے حالات لکھنے سے میری غرض یہ ہے کہ میرے ہندو بھائی نظر انصاف سے کام لیں اور سوچیں کہ آنحضرت نے کس طرح سے تمام دنیا کو توحید، امن، سلامتی، رواداری سے روشناس کروایا جن کے بغیر انسانی زندگی کامیاب نہیں ہوسکتی " (۴۳) سندر لال کی کتاب " حضرت محمد اور اسلام " درحقیقت ان کی ایک کتاب کا جزو ہے جو انہوں نے دنیا کے مختلف مذاہب اور کلچر پر لکھی تھی (۴۴) " چار مینار " کا مصنف بھگوان رام، حضرت مسیح، بابا نانک اور حضرت محمد ﷺ کے حالات اور تعلیمات بیان کرتا ہے تو ''نذرانہ'' کے تحت لکھتا ہے۔

یہ ناچیز تحفہ ہندوستان کی ان پاک ہستیوں کی خدمت میں نہایت عجز وانکسار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے جو ہندوستان کی مختلف قوموں میں اتحاد و یگانگت پیدا کرنے اور پریم اور محبت کا شربت پلانے میں ہمہ تن مصروف اور ہر ممکن قربانی کے لیے ہر وقت تیار ہیں (۴۵) " رسول عربی " کے مصنف پروفیسر گوردت سنگھ دارا کے سامنے بھی کچھ

اسی قسم کی غرض تھی مذہبی شخصیات پر کیے گئے حملوں اور نازیبا اعتراضات نے جو گل کھلائے تھے وہ ان کے سامنے تھے ''تمہید'' کے عنوان کے تحت لکھے ہیں کہ "فساد اور عناد کی آگ جس کے شعلے آج لاہور سے لکھنؤ، لکھنؤ، سے کلکتہ اور کلکتہ سے کراچی اور بمبئی تک پھیل چکے ہیں وہ ان ہی حملوں سے سلگتی ہے جو گوروؤں، پیروں اور پیغمبروں کی ذات پر کیے جاتے ہیں اور جن کی ابتداء بالعموم بعض قومی راہنمایان کے اشارہ یا عندیہ سے ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ پیغمبر اسلام کی زندگی کے حالات پڑھوں اور جو باتیں میں نے سنی ہیں ان کی تصدیق یا تردید کروں" (۴۶) "حضرت محمد صاحب بانی اسلام" کے لکھنے والے شردھے پرکاش دیو پرچارک براہمھ دھرم نے اپنی کتاب میں دیباچہ ''طبع اول'' کے تحت لکھتے ہوئے اسی بات کا اظہار کیا ہے کہ تمام مذاہب کی مقدس شخصیات پر دنیا کو فخر کرنا چاہیے جنہوں نے لوگوں کو روحانی و دنیاوی ترقی کا راستہ دکھایا اور ریگستان عرب کے لیے محمد صاحب ﷺ کا وجود اس کی عزت وعظمت کا باعث بنا (۴۷) اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے مولوی محمد علی نے اسے ہندوستان کے لیے مفید قرار دیا اور کہا کہ یہ کتاب صلح کی بنیاد ڈالنے والے مذہبی لٹریچر میں اچھا اضافہ ہے۔ (۴۸) ہندو رسکھ سیرت نگار حضرات کے علاوہ کچھ ایسے لوگ بھی سامنے آئے جنہوں نے رواداری اور تمام کتب مقدسہ کی تعلیمات کی یکسانیت ثابت کرنے کے لیے قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا ۱۸۵۷۔۱۹۴۷ء تک کے دور میں اگر دیکھا جائے تو بہت سے تراجم ہندوؤں اور سکھوں کی طرف سے سامنے آئے۔ (۴۹) پھر ہندوستان میں منشی نول کشو (۱۸۳۶۔۱۸۹۵ء) اور نول کشور پریس قرآن مجید اور اسلامی کتب کی اشاعت وطباعت کے حوالے سے اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ چند ممتاز ہندو بزرگوں کے مطابق جو احترام بزرگان دین کا منشی نول کشور کرتے تھے وہ بہت سے مسلمان بھی نہیں کر سکتے تھے اور یہ واقعہ بھی ہے کہ کلام پاک کی اشاعت میں منشی نول کشور کی خدمات آئینہ درخشاں ہیں۔ (۵۰)

ہندوؤں رسکھوں نے جو منصفانہ اور غیر متعصّبانہ کتابیں لکھیں اور آپ ﷺ کی عظمت کا اعتراف کیا ان میں ان کے خلوص وعقیدت کا انکار ممکن نہیں لیکن بیشتر کتب ایک خاص عہد میں لکھی گئی ہیں جو اس بات کی غماز ہیں کہ ان کتب کے لکھنے کا سب سے بڑا مقصد ہندوستان کے ماحول کو خوشگوار بنانا، ہندو مسلم اتحاد، رواداری کا فروغ اور مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنا تھا ہندو رسکھ حضرات کی بعض کتب کی تالیف واشاعت میں بھی مسلمانوں نے اہم کردار ادا کیا اور کچھ کتابیں ایسی ہیں جو مسلمانوں کے چھاپہ خانوں سے طبع ہوئیں اس کے ساتھ ساتھ ہندو سکھ حضرات کی طرح مسلمانوں میں سے بھی بعض لوگوں نے ہندو رسکھ حضرات کے مذہبی رہنماؤں کو ہدیہ عقیدت پیش کیا جس کا مقصد باہمی رواداری تھا۔ جہاں تک ان کتابوں کے موضوعات اور ان میں بیان کردہ روایات وواقعات اور

ان کی استنادی حیثیت کا تعلق ہے تو یہ ایک الگ موضوع ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوؤں/سکھوں نے مستشرقین پر انحصار کرتے ہوئے بعض ایسی چیزیں بھی لکھ دی ہیں جو کہ اسلامی تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتیں۔

## حوالہ جات

(۱) امرتسری، ثناءاللہ، حق پرکاش بجواب ستیارتھ پرکاش، نعمانی کتب خانہ لاہور ۲۰۰۱ ''سخنے چند'' از عبدالجبار شاکر ص۔۸

(۲) Aziz Ahmad, Studies in Islamic Culture in the Indian Environment, Oxford 1964-p 85.

(۳) منگلوری، طفیل احمد، مسلمانوں کا روشن مستقبل، حمادالکبتی شیش محل روڈ لاہور۔ ۱۹۴۵، ص ۷۳

(۴) ندوی، ابوالحسن علی، ہندوستانی مسلمان، مجلس نشریات اسلام کراچی (س۔ن) ص ۱۷۶۔

(۵) ستیہ دھاری جی، مہاتما، مرض تعصب کا مجرب علاج، نول کشور سٹیم پریس لمیٹیڈ لاہور ۱۹۱۳۔ ص۔۴۔۵

(۶) برصغیر میں مذہبی رواداری کے فروغ کی تاریخ بہت پرانی ہے اکبر کے دور میں ہندوستان کے پراگندہ حالات کو درست کرنے کی سعی دین اکبر کے ذریعہ سے کی گئی بقول نہرو، متحدہ ہندوستان کا پرانا خواب اکبر کے عہد میں شرمندہ تعبیر ہوا (دیکھیے۔ نہرو، جواہر لال، تلاش ہند، تخلیقات لاہور۔ ۱۹۹۲ مطبوعہ نسخہ پر مترجم کا نام درج نہیں۔ ص ۳۳۵) نیز اکبر نے ۹۹۰ھ میں مہابھارت کے ترجمہ کا کام نقیب خان کے سپرد کیا اور ملا عبدالقادر بھی جو سنسکرت زبان کے ماہر تھے اس کام پر مامور ہوئے رامائن کا ترجمہ عبدالقادر بدایونی نے کیا۔ (دیکھیے صباح الدین عبدالرحمٰن، سلاطین ہند کی ادبی خدمات، مرتبہ، ڈاکٹر مہ جبین زیدی، پرنٹ ایڈ کمیونیکیشن ذکی پرنٹر کراچی ۲۰۰۵۔ مقدمہ کتاب)

(۷) ہندو مسلم اتحاد اور رواداری کی یہ خواہش اتنی آگے بڑھ گئی کہ بعض مسلم علماء نے گاؤ کشی کی مخالفت میں فتوی بھی دیئے اور یہاں تک لکھ دیا کہ اگر مسلمان گائے کو بھی قربانی کے مستثنیات میں داخل کریں تو ان پر مذہباً کوئی حرف گیری نہیں ہو سکتی (دیکھیے رشید محمود، راجا، تحریک ہجرت ۱۹۲۰، مکتبہ عالیہ لاہور ۱۹۹۵۔ ص ۳۹) خواجہ حسن نظامی کی تصنیف ''گائے کی جان بچانے کا بیان'' کا شمار بھی ایسی ہی کوششوں میں ہوتا ہے دیکھیے، (میرٹھی، نور احمد، بہر زماں بہر زبان، ادارۂ فکر نو کراچی ۲۰۰۶، ص ۳۸)

(۸) ریاض مجید، ڈاکٹر، اردو میں نعت گوئی، اقبال اکادمی پاکستان ۱۹۹۰۔ ص ۵۶۸

(۹) ایسے مواقع پر کی گئی ہندوؤں/سکھوں کی تقاریر کو باقاعدہ طور پر بعد ازاں چھاپا بھی گیا جس کا تذکرہ مقالہ کے اگلے صفحات میں کیا جائے گا۔

(۱۰) سروجنی نائیڈو (۱۸۷۹۔۱۹۴۹ء) ہندوستان کی سیاسی رہنما اور شاعرہ تھیں۔ بہت اچھی مقررہ بھی تھیں۔

(ملاحظہ کریں) شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا۔ص ۳۵۲

(۱۱) ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸۔۱۹۵۸ء) عالم دین، شاعر، انشاپرداز اور سیاستدان تھے ترجمان القرآن ان کی مشہور تصنیف ہے۔قاسم محمود، اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔الفیصل ناشران لاہور ص ۴۲

(۱۲) نظامی، محمد اسماعیل خان، مقام محمود المعروف اسلام غیر مسلموں کی نظر میں مسلم لٹریچر کمیٹی مزنگ روڈ لاہور۔۱۹۳۷ ص ۸

(۱۳) خواجہ حسن نظامی (۱۸۷۸۔۱۹۵۷) نے جامع ازھر سے تعلیم حاصل کی۔ مذہبی رواداری کے بہت بڑے حامی تھے۔خواجہ صاحب ایک صوفی صافی، پیر طریقت، مذہبی پیشوا، صحافی، انشاء پرداز، تاریخ و تذکرہ نگار، ترجمہ و تفسیر نویس اور مصلح قوم کی حیثیت سے دنیائے علم و ادب میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ان کی ہمہ گیر طبیعت نے جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کا بھرپور حق ادا کیا اور بدلے میں وہ اپنے پرستاروں سے زندگی بھر خراج تحسین حاصل کرتے رہے۔(دیکھیے۔کامل قریشی، ڈاکٹر، خواجہ حسن نظامی اور قومی اتحاد، مجموعہ مقالات بعنوان، خواجہ حسن نظامی۔حیات اور کارنامے، مرتب خواجہ حسن ثانی نظامی، اردو اکادمی دہلی۔ص ۲۸)

(۱۴) کامل قریشی، ڈاکٹر، خواجہ حسن نظامی اور قومی اتحاد، مجموعہ مقالات بعنوان، خواجہ حسن نظامی۔حیات اور کارنامے، مرتب خواجہ حسن ثانی نظامی، اردو اکادمی دہلی۔ص ۳۲،۲۹

(۱۵) حسن نظامی، خواجہ، آپ بیتی خواجہ حسن نظامی، دلی پرنٹنگ ورکس دہلی ۱۹۱۹ ص ۸۷۔

(۱۶) ماجدہ اسد، ڈاکٹر، خواجہ حسن نظامی اور ہندوستانی ثقافت، مجموعہ مقالات بعنوان، خواجہ حسن نظامی۔حیات اور کارنامے۔مرتبہ، خواجہ حسن ثانی نظامی۔ص ۴۵۔

(۱۷) کارکن حلقہ مشائخ بک ڈپو دہلی، سی پارۂ دل (مجموعہ مضامین حضرت خواجہ حسن نظامی)، دلی پرنٹنگ ورکس دہلی ۱۹۲۹۔ص ۳۱۲۔۳۰۹

(۱۸) میرٹھی، نور احمد، بہر زماں بہر زباں، ادارۂ فکر نو کراچی ۲۰۰۶ ص ۳۹

(۱۹) ریاض مجید، ڈاکٹر، اردو میں نعت گوئی، ص ۶۹۔۵۶۸

(۲۰) اورنگ زیب عالمگیر (۱۰۲۷۔۱۱۱۸ھ) مغلیہ خاندان کا آخری تاجدار تھا سترہ برس کی عمر میں ہندوستان کے تخت پر بیٹھا مذہبی رواداری کا قائل تھا۔دیکھیے اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔ص ۲۹۱

(۲۱) "Radiance" دہلی، شمارہ ۲۸ جون ۱۹۹۲ء ص ۵ بحوالہ ممتاز لیاقت، ''برصغیر میں سیرت نگاری'' فکر و نظر (اسلام آباد) جلد ۳۰۔شمارہ ۱۔۲ جولائی۔دسمبر ۱۹۹۲۔ص ۷۰

(۲۲) گیمی، سلیم خان، چمن عربوں چڑھیا۔سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۹۳ء، ص ۲۵

(۲۳) سید عبداللہ، ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ، انجمن ترقی ادب لاہور، ص ۱۰۸

(۲۴) انور محمود خالد، اردو نثر میں سیرت رسول۔ اقبال اکادمی پاکستان لاہور ۱۹۸۹ء ص ۴۶۸ / محمد ثانی، ڈاکٹر، تجلیات سیرت، فضلی سنز کراچی ۲۰۰۳۔ ص ۲۳۸

(۲۵) کنفیوشس (۵۵۲۔۴۷۹ ق م) چین کا ایک بہت بڑا مصلح اور ریفارمر تھا۔ اپنے وقت کے سیاسی اور سماجی حالات سے بہت پریشان تھا اس کی کتابیں بہت عرصہ تک چینی نصاب کا حصہ رہیں۔ Encyclopaedia Britannica 53/3

(۲۶) فیثا غورث (Pythagoras ۵۰۰۔۵۸۲ ق م) مشہور یونانی فلسفی، ریاضی دان اور ماہر فلکیات تھا اس کا دریافت کردہ مسئلہ آج بھی اس کے نام مسئلہ فیثا غورث سے مشہور ہے۔ فیثا غورث نے کوئی تصنیف نہیں چھوڑی البتہ ان کے تلامذہ کے ذریعے سے ان کی تعلیمات آگے منتقل ہوئی ہیں۔ (دیکھیے

Merriam Webster, Webster's Biographical Dictionary, G&C Merriam cam springfield mass U.S.A 1959 P. 1224.

(۲۷) ژراشٹر سنسکرت زبان کا لفظ ہے سنسکرت میں ژراشٹر زرتشت کو کہتے ہیں (دیکھیے ستیارتھی، شام لال، دنیا کے نو مذہبی ریفارمر، جارج سٹیم پریس لاہور ۱۹۱۷ء ص ۵۷)

(۲۸) شنکر آچاریہ مہاتما بدھ کے دوسو سال بعد پیدا ہوئے ہندومت کے مبلغ اور مصلح تھے بدھ مت کے سخت مخالف تھے ویدانت اور ہندومت کے پرچار کے لیے کئی ادارے قائم کیے کشمیر میں وفات پائی (شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا۔ ص ۴۰۴)

(۲۹) ستیارتھی، شام لال جی، دنیا کے نو مذہبی ریفارمر، جارج سٹیم پریس لاہور۔ ۱۹۱۷ء ص ۵۷

(۳۰) کرشن بھگوان ہندوؤں کا ایک دیوتا ہے جو کہ وشنو کا اوتار سمجھا جاتا ہے اور ہندوؤں کے مطابق غیر معمولی قوتوں کا حامل ہے۔ ملاحظہ کریں (عبدالحق مہر، ہندو صنمیات، بیکن گلگشت ملتان۔ ۱۹۹۳ء ص ۲۱۷)

(۳۱) مہاویر (۵۲۷۔۵۹۹ ق م) جین مت کا بانی تھا بیشتر عمر عبادت و ریاضت میں گزری مہاویر نے پٹنہ کے قریب بمقام پاوا وفات پائی دیکھیے (ہندو صنمیات، ص ۲۶۰)

(۳۲) رام موہن رائے راجا (۱۷۷۲۔۱۸۳۳) برھمو سماج کے بانی تھے ۱۸۳۰ میں برھمو سماج کی بنیاد ڈالی عورتوں کے حقوق اور قوم کی تعلیم و تربیت پر بہت زور دیا۔ "ہندو عورتوں کے حقوق پر دست درازی" کے عنوان سے ایک کتابچہ بھی لکھا۔ ہندوستان سے رسم ستی کے خاتمے ک لیے لگا تار کوشش کرتے رہے رام موہن رائے نے ان عقائد و نظریات ہائے عبادت پر بھی تنقید کی، جنہوں نے ہندوؤں کے اصل مذہبی تصورات کو ڈھانپ لیا تھا۔ (دیکھیے ٹیگور، سمیندر ناتھ، راجا رام موہن رائے، مترجم ڈاکٹر نور الحسن نقوی، ساہتیہ اکادمی نئی دہلی۔ ۱۹۸۴ ص ۳۰،۱۹،۱۸۔

(۳۳) کوشل، پروفیسر رام سروپ، پیام محبت، مرکنٹائل پریس لاہور ۱۹۲۸

(۳۴) حسین علی نوری بن عباس بن بزرک المعروف البھاء (۱۲۳۳۔۱۳۰۹ھ) مذہب بہائیت کا بانی تھا بہائیت کی

تعلیمات اور معتقدات کا بہت بڑا حصہ اسماعیلی نظریات سے مماثل ہے دیکھیے الزرکلی، الاعلام، دارالعلم للملایین بیروت ۲۹/۲۔احسان الٰہی ظہیر، البھائیہ، ادارہ ترجمان السنۃ لاہور ۱۴۰۰ھ ص ۷

(۳۵) پریم سنگھ، پروفیسر، ہمارے مربی، جنوری ۱۹۴۱ لاہور (پبلشر کا نام درج نہیں)

(۳۶) سیٹھی، گوبند رام، چار مینار، قومی کتب خانہ ریلوے روڈ لاہور۔۱۹۴۳

37. Sharma, Diwan Chand, The Prophets of the East, Longmans Green & Co LTD 1935

(۳۸) رائے بہادر پارس داس، لالہ، رائے بہادر کی نعت، برقی پریس دہلی۔۱۹۲۸۔

(۳۹) دلوالی، بابو کنج لال، حضرت محمد صلعم اور اسلام، جید برقی پریس بلیماراں دھلی ۱۹۲۹۔ص ۲۷

(۴۰) یہ سلسلہ اب بھی کسی نہ کسی شکل میں جاری ہے ۲۰۰۸ میں ایک ہندو دانشور سر جیت سنگھ لامبا کی کتاب ''قرآن ناطق'' کے نام سے سامنے آئی ہے جو ان کی تقریروں کا مجموعہ ہے جو انہوں نے برصغیر پاک و ہند کے مختلف شہروں کے بڑے بڑے اجتماعات سیرت میں کی تھیں دیکھیے (لامبا، سر جیت سنگھ، قرآن ناطق، نشریات لاہور۔۲۰۰۸۔ص ۱۷)۔

(۴۱) شوق، امرناتھ، مدنی موھن عرف پیغمبر اسلام، امر پبلشنگ بیورو موری گیٹ لاہور ''گذارش''

☆ قومی یکجہتی، اتحاد و تعاون اور ہندوستان میں رواداری کے فروغ کی خواہش ہر دور میں موجود رہی اسی مقصد کے پیش نظر ۱۹۸۶ میں رھبر اعظم کے نام سے ایک ہندو چرن سرن ناز مانکپوری کی منظوم کتاب سیرت دلی اردو اکادمی دلی سے شائع ہوئی اس بات کا اعتراف مقدمہ کتاب میں بہت واضح ہے ادبی اعتبار سے کتاب ایک شاہکار ہے۔

(۴۲) کوشل، پروفیسر رام سروپ، پیام محبت، ص ۱۳

(۴۳) گوراند، دایا جنڈھوک، حیات محمد، گیلانی الیکٹرک پریس لاہور۔۱۹۳۲، ص ۳

(۴۴) سندر لال، حضرت محمد اور اسلام، بشمبھر ناتھ ۱۴۲ ساوتھ ملاکہ آلہ آباد۔۱۹۴۲ ''ضروری بات''

(۴۵) سیٹھی، گوبند رام، چار مینار، ص ۳

(۴۶) دارا، گوردت سنگھ، رسول عربی، مجلس اردو ماڈل ٹاؤن لاہور۔۱۹۴۱ ص ۱۴

(۴۷) شردھے پرکاش دیو، سوانح عمری حضرت محمد صاحب بانی اسلام، یونین سٹیم پریس لاہور۔۱۹۱۳، ص ۳

(۴۸) ایضاً ص ۴

(۴۹) اس حوالے سے دیکھیے، وزیر حسن، ہندو علماء و مفکرین کی قرآنی خدمات، ترجمہ اورنگ زیب اعظمی دار النوادر لاہور ۲۰۰۵

(۵۰) اعظمی، شیث محمد اسماعیل، دراسات اسلامیہ کے فروغ میں ہندوؤں کی خدمات، کتابی دنیا دھلی۔۲۰۰۲، ص ۳۰۱